ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

نثار علی

پی ایچ ڈی اردو اسکالر، شعبۂ اردو سرحد یونیورسٹی پشاور

ساجد محمود

پی ایچ ڈی اردو اسکالر، شعبۂ اردو ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

سید ازور عباس

لیکچرر شعبۂ اردو ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ریاست رام پور کا ادبی اور سیاسی پس منظر

Nisar Ali
PhD Urdu Research Scholar, Deptt; of Udu, Sarhad University Peshawar
Sajid Mehmood
PhD Urdu Research Scholar,Deptt; of Udu, Hazara University Mansehra
Syed Azwar Abbas
Deptt; of Udu, HazaraUniversity Mansehra

Literary and Political Background of Rampur State

Rampur is considered as third school of poetry after Delhi and Luckhnow. Many prominent and legendary urdu poets of the time like "Dagh", "Ghalib"and "Ameer Minaee" joined the patronage of Rampur court. In the era of British rule in the subcontinent and where there was storytelling lyrics making and infect poetry love was prevailed. In that time several states got independence from the English and became independent. These states have seen the reign of various kings and Nawabs. Rampur was one of these important states it was considered in an important state due to its historical and literal status. A lot of literature writers poets ,kings and Nawabs norished the treasure of literature. Rohillass, Marathas,Jutes and other communities have ruled this era according to their wish and will. In this article, Rampur state's especial era from Aurang Zeb (1770) to

Nawab Raza Ali Khan (1930), political customs and procedure of Princes,Nawab and Kings which effect the literature have been discussed and analyzed.

Key Words: *Rampur, Delhi, Lakhnow, Dagh, Ghalib Ameer Meenai, Rohillass, Marathas, Jutes, Aurang Zeb, Raza Ali Khan.*

بنی نوع انسان کی تاریخ میں لسانی موضوعات دلچسپ بھی ہیں اور پیچیدہ بھی۔زبانوں کے آغاز و پے دائش سے متعلق مباحث کا سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔اس کی وجہ یقیناً یہی ہے کہ زبان کائناتی زندگی کی سب سے اہم کڑی ہے۔اس کے ذریعے انسان اپنے دکھ درد،خوشی ،غمی اور جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔معاشرتی وسماجی اقدار اس کے وجود کے بغیر کھوکلی اور ادھوری ہیں۔زبان انسانی معاشرت کے ساتھ ساتھ ترقی کی منازل طے کرتی ہے مگر زبان کے سلسلے میں اہم نقطہ یہ ہے کہ زبان نہ کوئی ایجاد کر سکتا ہے نہ کوئی اس کو نیست ونابود کر سکتا ہے۔مختلف تہذیبی عناصر کے آپس کا میل جول اور معاشرتی رسوم ورواج ایک طویل عرصے تک گلے ملنے کے بعد کہیں جاکر زبان کے نمایاں خدوخال ابھارنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

اردو زبان بھی دوسری زبانوں کی طرح ترقی کی مختلف منازل طے کرتے ہوئے آج اس مقام پر پہنچی ہے کہ اسے دنیا کی تیسری بڑی زبان ہونے کا درجہ حاصل ہے اور اس کے ادب کا موازنہ دنیا کی کسی بھی بڑی زبان کے ادب سے کیا جاسکتا ہے۔اردو زبان و ادب نے جس تیزی سے ترقی کی راہیں طے کیں ہیں وہ قابل حیرت امر ضرور ہے مگر زبانوں کی ترقی کے لیے جن خارجی و داخلی عوامل کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام اس زبان کو میسر آئے۔اردو زبان کو آغاز ہی سے ایسی شخصیات نصیب ہوئیں جو اس کی وسعت میں اضافہ کر گئیں،خاص کر نوابین،امراءوروءسا اور سلاطین کی سرپرستی نے اسے جلا بخشی۔دہلی اور لکھنو کے شعرا میں سے زیادہ نے دوسری ریاستوں کے بجائے رام پور کارخ کیا۔اس کا سبب بیان کرتے ہوئے رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں کہ:

> "رام پور میں دوسرے شہروں کی نسبت شعرا کے زیادہ اکھٹے ہونے کا ایک سبب یہ تھا کہ یہ شہر لکھنو اور دہلی کے درمیان دونوں شہروں سے مساوی فاصلے پر واقع تھا۔دوسرا سبب یہ تھا کہ والیان رام پور خود بھی زبردست شاعر اور سخن سنج اور شعرا کے قدردان تھے۔اکثر وبیشتر شعرا کو ان کی جگر کاوی اور محنت کے بدلے بیش بہا انعامات،وظائف سے نوازتے تھے۔تیسری وجہ یہ کہ والیان رام پور علما اور شعرا کو اپنا ملازم تصور نہیں

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

کرتے تھے بلکہ ان کے ساتھ مساویانہ برتاو کرتے تھے اور ان کے نازک مزاجیاں برداشت کرتے تھے۔ ان وجوہات کے بناپر رام پور میں اہل علم وفضل کا مجمع تھا۔"(۱)

پھر اس کی ترقی میں بعض اداروں اور علاقوں کی خدمات بھی اہم ہیں۔ اردو ادب کے فروغ میں جہاں اہم اداروں کے کردار سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی وہاں کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جن کا سرسری بحث کرکے ہم تاریخ ادبیات کے صفحات کو نظر انداز نہیں کرسکتے۔ ان علاقوں نے اردو ادب کی ترقی میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے انہیں نظر انداز کرنا کسی طور بھی ممکن نہیں۔ ان علاقوں میں دکن، دہلی، لکھنو اور رام پور کے نام اہم ہیں۔ لہٰذا اس مقالے میں باقی علاقوں کے کردار کو چھوڑ کر صرف رام پور کی ادبی خدمات کے حوالے سے بات کی جائے ی۔ چوں کہ اس علاقے میں شاعری کو زیادہ ترقی ملی اس لئے رام پور کی شعری خدمات کو موضوع بحث بنایا جائے گا۔

رام پور کی ادبی اور سیاسی سفر پر بات کرنے سے پہلے اس علاقے کے تعارف اور پس منظر کا احاطہ کرنا ضروری ہے تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ یہ ریاست کب قائم ہوئی اور کس طرح کن نوابین وسلاطین کے زیر نگیں کام کرتی رہی۔ مزید یہ کہ اس کا اختتام کب ہوا؟ اردو زبان وادب کے فروغ اور مغلیہ سلطنت کے زوال کا زمانہ تقریباً ایک ہی بنتا ہے۔ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں مسلم سلطنت اپنے عروج پر تھی مگر بدقسمتی سے مغلوں میں تخت نشینی وجا نشینی کا باقاعدہ کوئی رواج نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اورنگزیب کی وفات کے بعد برصغیر پاک وہند میں خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

۱۷۰۷ء میں عالمگیر کی آنکھیں بند ہوتی ہی اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اورنگزیب کے بیٹے شہزادہ محمد اعظم نے اپنے بھائی محمد اعظم کو شکست دی اور شاہ عالم بہادر شاہ کے لقب سے ۱۷۰۷ء میں تخت پر بیٹھا۔ شاہ عالم بہادر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جہاندار شاہ اپنے بھائیوں سے جنگ جیت کر ۱۷۱۲ء میں تخت نشین ہوا، لیکن جلد ہی اس کا بھتیجا فرخ سیر فروری ۱۷۱۳ء میں سید برادران (سید عبداللہ اور سید حسین علی) کی مدد سے تخت پر قابض ہوگیا۔ فرخ سیر نے تخت نشین ہونے کے بعد سید برادران سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا اور سید برادران نے اسے اندھا کرواکے اپریل ۱۷۱۹ء میں مروادیا۔ فرخ سیر کے قتل کے بعد سادات باریہ (سید برادران) نے رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کو یکے بعد دیگرے تخت پر بٹھایا لیکن وہ زیادہ دنوں تک حکومت نہ کرسکے اور جلدی بیماری کے باعث وفات پاگئے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

ان کے بعد سید برادران نے اختر محمد شاہ رنگیلا کو ۱۹ ۱۷ء میں تخت افروز کیا۔ محمد شاہ رنگیلا ایک عیاش شخص تھا۔ حکومت کی ذمہ داریا قبول کرنا اور انتظام سلطنت چلانا اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ لہٰذا کچھ تو ذمہ داریوں سے غافل ہونے اور کچھ اپنی عیاشانہ طبیعت کے طفیل شراب وشباب میں ایسا مست ہوا کہ سلطنت سے بالکل بے گانہ ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں مرکزی حکومت کمزور ہو گئی اور علاقے خود مختار ہونے لگے۔ کلب علی خان فائق کلیات کے دیباچے میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس زمانے میں مرکزی حکومت کی کمزوری سے مرہٹوں، سکھوں، راجپوتوں اور نو وارد پٹھانوں نے فائدہ اٹھایا۔ علی محمد خان بنگش نے ریاست فرخ آباد وغیرہ کے علاقے میں روہیلیوں کو جمع کر کے مقامی زمینداروں کو دبانا شروع کر دیا۔"(۲)

داود خان روہیلے کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ ریاست رام پور کے بانی فیض اللہ خان سے ان کا ایک خاص تعلق بنتا ہے۔ انھوں نے ہانکولی پرگنہ کو لوٹنے کے دوران جس لڑکے (علی محمد خان) کو اپنی فرزندی میں لیا تھا نواب فیض اللہ خان اسی کے بیٹے تھے۔ لہٰذا علی محمد خان اور نواب فیض اللہ خان کے ذکر سے پہلے ہمیں داود خان روہیلے کا ذکر کرنا پڑے گا اور پھر آگے جا کر یہ بتانا پڑے گا کہ رام پور کی ریاست کس طرح قائم ہوئی؟ سب سے پہلے ہمیں یہ بتانا ہے کہ داود خان نے روہیل کنڈ میں اپنے قدم کیسے مضبوط کئے۔ داود خان روہیلہ ۱۷۰۷ء میں ہندوستان آئے تھے۔ روہیل کنڈ میں جاگیر دار کے ہاں ملازمت کے بعد سے وفات تک یہاں رہے اور مختلف علاقوں میں اثر رسوخ قائم کیا۔ داود خان جب ہندوستان آئے تو روہیل کھنڈ میں ایک جاگیر دار کے ہاں ملازم ہو گئے اور تھوڑی ہی دنوں میں داود خان نے اتنی ترقی کر لی کہ جو بھی بیرون ہند سے یہاں آتا اس کو داود خان نوکر رکھ لیتے۔ یہاں تک کہ دو سو کے قریب آدمی انھوں نے اپنے پاس جمع کر لیے۔ اس کے بعد داود خان اپنے ہمراہوں کے ساتھ مدار شاہ زمیندار موضع پرگنہ برسیر بدایوں کے ملازم ہو گئے۔ داود خان نے مدار شاہ کی ملازمت میں ہانکولی پرگنہ محلہ کو لوٹا۔ اس لوٹ مار کے دوران بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ ان میں سات آٹھ برس کا لڑکا علی محمد خان بھی شامل تھا، جسے داود خان نے اپنی فرزندی میں لے لیا۔ اس حوالے سے مولانا امداد صابری لکھتے ہیں:

"وہاں پر گرفتار ہونے والوں میں داود خان کی نظر سات آٹھ برس کے خوب صورت لڑکے پر پڑی۔ داود خان کو یہ بچہ بہت پسند آیا اور اسے اپنی فرزندگی میں لے لیا۔ اس

بچے کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک جاٹنی لچھو عورت سے کسی مسلمان سید نے شادی کر لی تھی۔ اس کے بطن سے یہ لڑکا تھا۔ اس لڑکے کا نام علی محمد خان رکھا گیا۔"(۳)

کچھ عرصے بعد داود خان نے مدار شاہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور کوہ کماو کے راجہ دیبی چند کی خواہش کے مطابق ان کے ہاں ملازم ہو گئے۔ جب نواب عظمت اللہ خان ناظم روہیل کھنڈ نے کاشی پور اور رود پور کی سرحد کے پرگنوں پر جن میں راجہ دیبی چند کا علاقہ بھی آتا تھا، فوج کشی کرنے کی ٹھانی تو راجہ دیبی چند نے داود خان کو فوج کا سردار مقرر کیا۔ داود خان نے نواب علی محمد خان کا قصور معاف کر دیا۔

بادشاہ نے نواب کو سرہند فتح کرنے کے لئے کہا۔ نواب علی محمد خان نے اپنے منتشر ساتھیوں کو جمع کیا اور سات ہزار پیادہ اور سوار لے کر سرہند کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور اپنے بیٹوں عبداللہ خان اور فیض اللہ خان کو بادشاہ کے ہاں بہ طور یرغمال چھوڑ دیا۔ نواب علی محمد خان نے حافظ رحمت خان کی مدد سے سرہند پر قبضہ کیا۔ جب ۱۷۱۵ھ میں احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان آنے کی خبر مشہور ہوئی تو محمد شاہ کو علی محمد خان سے خطرہ محسوس ہوا۔ علی محمد خان احمد شاہ ابدالی کا ہم قوم تھا مگر بادشاہ نے وزیر الممالک قمر الدین کے کہنے پر نواب علی محمد خان کو رہیل کھنڈ کی حکومت دوبارہ عطا کی۔ اسی دوران احمد شاہ ابدالی نے نواب علی محمد خان کو بذریعہ یہ باور کرایا کہ اگر وہ احمد شاہ ابدالی کی مدد کریں تو کامیابی کے بعد سلطنت ہند کے وزارت انھیں سونپ دی جائے گی مگر نواب علی محمد خان اس سے پہلے ہی محمد شاہ کے حکم کے مطابق سرہند سے روہیل کھنڈ جا چکے تھے۔ اس حوالے سے امداد صابری لکھتے ہیں:

"احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر قدم رکھتے ہی جنگ شروع کر دی اور وزیر الممالک کو مار کر سرہند پر قبضہ کیا اور عبداللہ اور فیض اللہ کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔"(۴)

وزیر الممالک کے مارے جانے اور دونوں لڑکوں کو لے جانے کی وجہ سے نواب محمد علی خان کو دلی صدمہ ہوا۔ اسی دوران ۲۸ ربیع الاول میں محمد شاہ رنگیلا وفات پا گئے اور ان کی جگہ احمد شاہ تخت نشین ہوئے۔ نواب علی محمد خان پہلے ہی سے مرضِ استسقا کے شکار تھے۔ ان صدمات کی وجہ سے اس مرض نے شدت اختیار کر لی اور آخر کار ۱۱۶۱ھ بمطابق ۱۷۴۸ء قصبہ الولا میں انھوں نے وفات پائی۔ انھوں نے پسماندگان میں چھے صاحبزادے اور کئی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

لڑکیا چھوڑیں۔ ان کے صاحبزادوں کے نام عبداللہ خان، فیض اللہ خان، سعید اللہ خان، محمد یار خان، اللہ یار خان اور مرتضٰی خان ہیں۔

نواب علی خان نے مرتے وقت اپنے تیسرے بیٹے سعید اللہ خان کے سر پر پگڑی رکھ کر انھیں اپنا جانشین بنایا اور حافظ رحمت خان کو کہا کہ سعید اللہ خان ابھی چھوٹا ہے اس لئے سلطنت کا تمام کاروبار فی الحال وہ سنبھال لیں۔ نواب علی محمد خان کے مرنے کے بعد احمد شاہ ابدالی ۱۱۶۴ھ بمطابق ۱۷۵۱ء کو عبداللہ خان اور فیض اللہ خان کو رہا کر دیا اور یہ دونوں رہیل کھنڈ واپس آ گئے۔ ان کے واپس انے پر حافظ رحمت اللہ خان کو ریاست کا سربراہ بنا دیا۔ عبداللہ خان ایک مشتعل مزاج شخص تھے۔ ان عادات کے باعث بھایوں کے ساتھ ان کی مخالفت شروع ہو گئی۔ ان حالات کے پیش نظر حافظ رحمت اللہ خان نے ریاست کو ۱۷۵۴ء میں مختلف علاقوں میں بانٹ دیا۔ اس تقسیم کی تفصیل امداد صابری نے ۱۸۵۷ء کے غدار شعرا میں یوں درج کی ہے:

> "پرگنات اوجھیانی وغیرہ مجموعہ تین لاکھ روپیہ سالانہ کے نواب عبداللہ خان اور مرتضٰی خان کا حصہ قرار پایا۔ نواب فیض اللہ خان کو رام پور وغیرہ بشرکت نواب محمد یار خان ملا۔ پرگنات الولا وغیرہ بحساب ساتھ لاکھ روپیہ سالانہ شرکت نواب اللہ خان اور نوب سعید اللہ خان کے حصے میں آئے۔ شہر مراد آباد، سنبھل، کاشی پور، ٹھاکر دروارہ اور مرویہ نواب دندے خان کو مع تنخواہ ملا۔ شہر بدایوں اور اوست وغیرہ فتح خان خساماں کو دیا گیا۔ پرگنات کوٹ وغیرہ بخشی سردار خان کو دی۔ شاہ جہان پور، بریلی پیلی بھیت اور چند پرگنات، دامن کوہ حافظ رحمت اللہ خان کے حوالے کئے گئے۔"(۵)

حافظ رحمت اللہ خان نے سلطنت خاندان کے جن اشخاص میں تقسیم میں کی تھی ان میں نواب سعد اللہ خان، نواب عبداللہ خان، مرتضٰی خان اور نواب اللہ یار خان کچھ عرصہ بعد وفات پا گئے۔ ان کی وفات کا ذکر امداد صابری نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> "اس تقسیم پر سب خوش تھے لیکن نواب عبداللہ خان جو علی محمد خان کے پہلے صاحبزادے تھے نواب سعداللہ خان کے رئیس ہونے سے خفا ہوئے۔ حافظ رحمت خان کو کئی مرتبہ زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

جب دیکھا کہ یہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تو ان کو کہلا بھیجا کی تم روھیل کھنڈ چھوڑ دو۔ یہ مجبوراً طاقت نہ ہونے کی وجہ سے فرخ آباد چلے گئے تھوڑے عرصے بعد احمد خان بنگش کی سفارش پر حافظ رحمت خان نے ان کا قصور معاف کر دیا اور روھیل کھنڈ میں سکونت اختیار کی۔ ان کو سانپ پالنے کا شوق تھا ایک روز سانپ نے کوڈس لیا اور ۱۷۷۱ء میں فوت ہوئے۔ مرتضٰی خان نے سکندر آباد میں انتقال کیا اور اللہ یار خان بیماری کے سبب انتقال کر گئے۔"[۶]

۱۱۷۷ھ بمطابق ۱۷۶۷ء کو نواب سعد اللہ خان فوت ہوئے۔ اس وقت حافظ رحمت خان کے علاوہ کوئی بھی والی روھیل کھنڈ نہیں تھا۔ نواب دوندے خان، نواب فیضاللہ خان، نواب محمد یار خان اور بخشی سردار ایسے اشخاص تھے جو حافظ رحمت اللہ خان کے مرنے تک ان کے ہمنوا رہے۔ ۱۱۸۸ھ میں نواب شجاع الدولہ اور رحمت خان کی لڑائی ہوئی جس میں رحمت خان شہید ہوگئے۔ شجاع الدولہ نے روھیل کھنڈ کی ریاست ضبط کر لی مرتے وقت حافظ رحمت خان نے نواب فیض اللہ خان کو اس طرح نصیحت کی:

"بعد شکست تم ہر گز ارادۂ جنگ نہ کرنا اور جانب پہاڑ چلے جانا کیونکہ روھیل کھنڈ میں پہاڑ سے بڑھ کر کوئی جگہ امن کی نہیں ہے اور جو کوئی میرے بیٹوں میں جانے کا ارادہ کرے اس کو بھی ہمراہ لے جانا"[۷]

نواب فیض اللہ خان نے شکست قبول نہیں کی اور روھیلوں کو اکھٹا کر کے لال ڈانگ پہاڑی پر پناہ گزین ہوئے۔ آخر انگریز فوج کے سربراہ کرنل چمپیئن کے توسط سے ۱۷ اکتوبر ۱۷۷۴ء میں دونوں فریقین کے مابین صلح ہوئی۔ نواب شجاع الدولہ نے نواب فیض اللہ خان کیلئے ۱۴ لاکھ ۷۵ ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا۔ رام پور، بلاسپور، اجادن، ٹھاکر دوارہ، ٹھرا، سوکڑا شاہ آباد، چوامحلّہ اور ساوان کے دیہات فیض اللہ خان کو دیئے، ۱۲ رجب ۱۱۸۸ھ بمطابق ۷ اکتوبر ۱۷۷۴ء کو نواب فیض اللہ خان نے نواب شجاع الدولہ کو حسب ذیل عہد نامہ لکھ دیا۔

"نواب وزیر الممالک نے ایک ملک مجھ کو عطا کیا۔ اس لئے میں شہادت خدا اور سول قسم قرآن مجید کے اقرار کرتا ہوں کہ مادام العمر نواب وزیر کا مطیع و منقار ہوں گا۔ پانچ ہزار فوج حسب اجازت نواب وزیر اپنے پاس رکھوں گا۔ جس کسی سے نواب وزیر کو مقابلہ

اور مجادلہ در پیش ہو گا میں ان کی امداد و معاونت میں حاضر رہوں گا۔ جو نواب وزیر کسی مخالف پر فوج کشی کریں تو میں دو تین ہزار واسطے مدد کے بھیجوں گا۔ جب وہ بذات خود خاص و عام کسی مہم میں ہوں گے تو مے ں بھی بذات خود مع فوج ان کے ساتھ ہوں گا۔ سوائے نواب وزیر الممالک کے اور کسی شخص کے طریقہ محبت واخلاق کا مدعی نہ رکھوں گا۔ جو کچھ نواب ممدوح کو حکم ہو گا اس کی بجا آوری میں بدل مساعی رہوں گا۔ ہر رنگ وراحت میں شریک رہ کر تعمیل شرائط عہد نامہ بہ احسن وجوہ بجالاتا رہوں گا۔ لہٰذا شہادت خدا اور رسول اور قسم اس کے پاک کلام کے اس عہد نامہ کو لکھ کر اقرار کرتا ہوں کہ جو بر خلاف شرائط ہٰذا کے کوئی بات عمل میں لاؤں تو عند اللہ ماخوذ رو برسول اللہ مجرم ٹھہروں"(۸)

اس عہد نامے کے بعد رام پور کو نواب فیض اللہ خان نے دارالریاست قرار دیا۔ نواب فیض اللہ خان نے نہایت عمدہ طریقے سے سلطنت کے فرائض سر انجام دیئے۔ روہیلیوں کے دور اقتدار میں جو علما فضلا اور مشائخ روہیل کھنڈ میں مقیم ہو گئے تھے انھیں نواب فیض اللہ خان نے جمع کیا۔ وظائف مقرر کر کے ان کی دل جوئی کی۔ رفتہ رفتہ سرحد، پنجاب، دلی اور اگرہ سے علما و مشائخ یہاں آکر جمع ہونے لگے۔ نواب فیض اللہ خان نے تیس سال حکومت کی اور ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۰۸ھ بمطابق ۱۷ جولائی ۱۷۹۴ء کو انتقال کیا۔ نواب فیض اللہ خان کے آٹھ بیٹے تھے جن کے نام درجہ ذیل ہیں:

محمد علی خان، حسن علی خان، فتح علی خان، نظام علی خان، قاسم علی خان، یعقوب علی خان اور کریم اللہ خان نواب فیض اللہ خان کے مرنے کے بعد ان کے بڑے بیٹے نواب محمد علی خان تخت نشین ہوئے جنھیں نواب صاحب نے اپنی زندگی ہی میں ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ نواب محمد علی خان بہت مغرور آدمی تھے ہر شخص ان سے نالاں تھا۔ اسی وجہ سے تمام رسالداران ان سے متنفر ہو کر ان کے بھائی غلام محمد خان کے حامی بن گئے۔ محمد عمر، نجو خان، بلند خان، سیف الدین اور اکبر خان کے کہنے پر (یہ سب حکومت چلانے والوں میں سے تھے) نواب غلام محمد خان نے ۱۱ اگست ۱۷۹۴ء میں مسلح افراد کے ساتھ قلعے پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں نواب محمد علی خان کو شدید زخم آئے اور انھیں گرفتار کر لیا گیا جس کی وجہ سے ۱۲ اگست ۱۷۹۴ء میں انتقال کر گیا۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

نواب محمد علی خان کے مرنے کے بعد ان کے بیوہ نے آصف الدولہ کے حضور درخواست کی کہ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے۔اس لیے آپ میری مدد کریں۔ آصف الدولہ اس درخواست پر انگریزی فوج کو ساتھ لے کر نواب غلام محمد علی خان کی تادیب کے لئے روہیل کھنڈ پہنچے تلہٹر کے مقام پر قیام کیا۔بٹورہ کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی۔اس جنگ میں انگریزی فوج کو فتح نصیب ہوئی۔نواب غلام محمد خان شکست کھا کر میدان جنگ سے رام پور آگئے اور اہل و عیال کو لے کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ آصف الدولہ فتح کی خبر سن کر رام پور آئے اور نواب احمد علی خان رند نے نواب محمد علی خان کو مسند اقتدار پر بٹھایا۔ نواب احمد علی خان اس وقت سات برس کے تھے چنانچہ ان کا نائب نصر اللہ خان نواب عبداللہ خان کو مقرر کیا گیا۔ آصف الدولہ نواب غلام محمد خان کے تعاقب میں پہاڑ پر پہنچے تو غلام محمد خان حج پر چلے گئے واپس آکر "نادوں" میں چند دن قیام کے بعد انتقال کر گئے۔غلام محمد خان نے پس ماندگان میں پانچ بیٹے محمد سعید خان، عبد العلی خان ، عبداللہ خان ، حفیظ اللہ خان اور عبدالرحمان چھوڑے۔نواب نصر اللہ خان پندرہ برس تک نائب کے فرایض انجام دینے کے بعد ۱۸۱۰ء میں انتقال کر گئے۔ان کی جگہ نصرت اللہ پسر نصر اللہ خان معمور کئے گئے اور بعد میں نواب احمد علی خان کو سارے اختیارات سونپ دیئے گئے۔نواب احمد علی خان رند ریاست رام پور پر ۱۸۴۰ تک حکومت کرنے کے بعد ۲۶ جولائی ۱۸۱۰ میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔نواب احمد علی خان کی کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ان کے ایک صاحب زادی سمہ تاجدار بیگم تھی۔اس صاحب زادی کی مسند نشینی انگریزی حکومت نے منظور نہیں کی۔ مسٹر فرینئنس رو ئنیس قائم مقام ایجنٹ ریاست کمشنر روہیل کھنڈ نے نواب فیض اللہ خان کے خاندان سے نواب محمد سعید خان خلف،نواب غلام محمد خان جو اس وقت بدایئوں میں ڈپٹی کلکٹر کے فرائض سر انجام دے رہے تھے، تخت نشین کیا اس طرح نواب محمد سعید خان ۲۰ اگست ۱۸۴۰ ء میں مسند نشین ہوئے۔نواب صاحب اصول ریاست سے بخوبی واقف تھے۔ریاست کا تمام انتظام صبح چار بجے سے رات گیارہ بجے تک خود سنبھالتے تھے۔ان کی حکومت میں ریاست راپور نے خوب ترقی کی۔نواب محمد سعید خان پندرہ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۸۵۵ء میں وفات پا گئے۔نواب محمد سعید خان کے اولاد میں نواب یوسف علی خان ،کاظم علی خان ، صفدر علی خان ، مبارک علی خان اور کلن حسن خان شامل تھے۔۱۸۵۱ء میں لارڈ ڈلہوزی گورنر (جنرل ہند) رام پور آئے انھونے بڑے دیوان خانہ میں دربار کیا جس کا انتظام نواب محمد سعید خان نے خود سنبھالا جس سے لارڈ صاحب بہت خوش ہوئے۔نواب صاحب نے وقت کی مناسبت سمجھ کر نواب یوسف علی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

خان کو ولی عہد بنانے کی خواہش کا اظہار کیا جسے لارڈ نے قبول کر لیا۔ نواب محمد سعید خان نے نواب یوسف علی خان کو اپنی زندگی ہی میں ریاست کا انتظام سونپ دیا تھا۔ مرتے وقت انھوں نے اپنے ولی عہد کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

"فرزند یوسف دنیا میں کسی کی ماں پاب ہمیشہ زندہ نہیں رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے انتقال کا وقت قریب ہے۔ مرض ترقی پر ہے میں تم کو جو وصیتیں کرتا ہوں ان پر عمل کرن تاکہ حکومت ارام سے کرو۔ کاروبار ریاست اس طرح انجام دینا جس طرح میں نے انجام دیئے۔ رعایا سے غافل نہ ہونا اور ملک کے حالات سے واقف ہونا تمھارا فرض ہے۔ برٹش حکومت اور سرکار انگلشیہ کی اطاعت اپنا آیئن بنانا۔ ہر حال میں ان سے دلی دوستی رکھنا۔ ارباب خاندان کے ساتھ سلوک سے پیش آنا۔ جو ہدایت اور چٹیاں اہل خاندان کے بارے میں حکام انگریزی نے دیئے ہیں ان کو اپنے پیش نظر رکھنا۔"(۹)

جب نواب محمد سعید خان نے انتقال کیا تو نواب یوسف علی خان نے قدیم دستور کے مطابق تلوار اور خزانے کی کنجی پر قبضہ کیا۔ اپریل ۱۸۵۵ء کو الیگزنڈر صاحب ایجنٹ ریاست کو کمشنر رام پور آئے۔ ۱۰ اپریل ۱۸۵۵ ء کو نواب یوسف علی خان کی رسم مسند نشینی ادا کی۔ نواب یوسف علی خان نے حکومت کی انتظام کو بڑے احسن طریقے سے چلایا۔ نواب یوسف ایک علم دوست شخصیت کے مالک تھے۔ اس کے دور میں ہندوستان بھر سے شعرا دبا اور علما رام پور آئے۔ اس حوالے سے رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

"نواب یوسف علی خان خود بھی ہنر پرور اور شعرا کے مربی رئیس تھے۔ وہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ صاحب دیوان تھے۔ ابتدا میں حکیم مومن خان مون سے اصلاح لیتے تھے بعد میں مرزا غالب اور پھر میر مظفر علی اسیر کو کلام دکھاتے تھے۔"(۱۰)

کیوں کہ نواب صاحب اہل علم لوگوں کے بڑے قدر کیا کرتے تھے۔ ان کے دور میں علم وادب نے کافی ترقی کی۔ نواب یوسف علی خان دس سال حکومت کرنے کے بعد ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء میں جمع کے دن انتقال کر گئے۔ نواب یوسف علی خان نے اپنی وفات سے ایک سال قبل اپنے بڑے بیٹے نواب کلب علی خان کی ولی عہدی لیفٹینٹ

گورنر ممالک کے زریعے لارڈ لارنس گورنر جنرل ہند سے منظور کرائے تھے۔ نواب کلن علی خان ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء میں جمع کے روز مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوئے۔ نواب صاحب انصاف پسن طبیعت کے مالک تھے۔ انصاف کے راہ میں کسی بھی سفارش اور اثر ور سوخ کو حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ان کے دور حکومت میں چوری ڈکیتی کافی حد تک ختم ہو چکی تھی۔ پولیس کا نظام بہت سخت تھا۔ یہ دور ریاست رام پور کا پر امن ترین دور تھا۔ نواب کلب علی خان ۲۲ برس حکومت کرنے کے بعد نواب مشتاق علی خان مسند نشین ہوئے۔ نواب مشتاق علی خان مفلوج تھے۔ اس لئے ریاست میں کونسل آف ریجنسی قائم کر دی گئی جس کے صدر نواب صفدر علی خان صفدر تھے۔ شر رنعمانی اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

"اس وقت رام پور (اتر پردیش) کا ایک ضلع ہے جو شاہ آباد، ملک سوار ٹانڈہ اور کئی دوسرے تحصیلوں پر مشتمل ہے۔ یہ چھوٹا سا ضلع جس وقت ریاست تھا تو اپنی مخصوص روایات اور تہذیبی خصوصیات کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور تھا۔"(۱۱)

۲۷ فروری ۱۸۸۹ء میں نواب مشتاق علی خان نے وفات پائی۔ نواب مشتاق علی خان کی وفات کے بعد حامد علی خان چھوٹی عمر ہی میں مسند اقدار پر فائز ہوئے۔ اس عرصے میں ریاست کے انتظامی حالات میں افرا تفری اور سازشوں کا دور دورہ رہا۔ جنرل عظیم الدین جو کونسل آف رجنسی کے ممبر تھے، نواب حامد علی خان کے خلاف محاذ آرائیاں کرنے لگے۔ وہ نواب حامد علی خان کے بھائی نواب منجو خان کو والئی ریاست بنانا چاہتے تھے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ۱۸۹۶ء میں نواب حامد علی خان کو حکومت کے مکمل اختیارات سونپ دیئے گئے۔ نواب حامد علی خان ۳۴ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۹۳۰ء میں انتقال کر گئے۔ نواب حامد علی خان کے عہد میں تعلیم اور صنعت و حرفت میں کافی ترقی ہوئی۔ اس کے انتقال کے بعد ۱۹۳۰ء میں نواب رضا علی خان بر سر اقتدار آئے اور ان کی حکومت ریاست کے اختتام یعنی ۱۹۴۹ء تک قائم رہی۔ ۱۹۴۹ء میں ریاست رام پور کو ہندوستان کے بڑے صوبے اتر پردیش میں ضم کر دیا گیا

حوالہ جات

۱۔ رام بابو، سکسینہ، تاریخ ادب اردو، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴

۲۔ کلب علی خان فائق، کلیات نظام، مرتبہ، شیخ غلام علی پبلی کیشنز، لاہو، س ن، ص ۲۸، ۲۷

۳۔ مولانا امداد صابری، ۱۸۵۷ کے غدار شعرا، غلام محمد اینڈ سنز پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص۹۹

۴۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۵۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۶۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۷۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۸۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۹ ایضاً، ص ۱۰۴

۱۰۔ رام بابو، سکسینہ، تاریخ ادب اردو، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴

۱۱۔ مولانا امداد صابری، ۱۸۵۷ کے غدار شعرا، غلام محمد اینڈ سنز پبلی کیشنز، لاہور، س، ن ص ۹۹